© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آج کل بعض ادبی رسائل وجرائد میں مولانا حالی کے ایک شعر سے متعلق بڑی دلچسپ بحث چل رہی ہے شعر یہ ہے

حالی اب آؤ پیرویٔ مغربی کریں　　　بس اقتدائے مصحفی و میر کر چکے

گفتگو اس میں ہے کہ پہلے مصرع میں جو "پیرویٔ مغربی" ہے تو اس سے مراد کیا ہے؟ ایک گروہ جس میں بعض یونیورسٹیوں کے مشہور اساتذۂ اردو اور بعض مشہور ادیب شامل ہیں۔ ان کو اس پر اصرار ہے کہ "پیرویٔ مغربی" سے مراد مغرب کی پیروی ہے اور اس طرح گویا مولانا حالی اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ اب مشرقی اور ایشیائی شاعری کے طرزِ کہن کو چھوڑ کر مغرب کے طرزِ شاعری کی پیروی کرنی چاہیے۔ لیکن دوسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ "مغربی" فارسی کا ایک مشہور صوفی شاعر ہے جس کا تذکرہ مولانا جامی نے نفحات الانس میں اور محمد عوفی نے لباب الالباب میں کیا ہے۔ مولانا حالی کی مراد یہی شاعر ہے۔

اس سلسلہ میں بعض احباب نے ہم سے بھی استصواب کیا ہے۔ اس بنا پر گذارش یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ تو بالکل طے شدہ ہے کہ "مغربی" سے مراد مغرب کا طرزِ شاعری ہرگز نہیں ہے کیونکہ اول تو "پیرویٔ مغربی" کی ترکیب ترکیب اضافی ہے نہ کہ توصیفی جس کے معنی یہ ہیں کہ "مغربی" کی پیروی۔ اگر اس سے مراد مغرب کی پیروی لی جائے تو اس صورت میں ترکیب توصیفی ہوگی اور اس طرح خواہ مخواہ ایک تکلف بارد لازم آتا ہے کیونکہ اگر مغربی کو پیروی کی صفت قرار دیا جائے تو یہ فقرہ ہی سرے سے مہمل ہو جاتا ہے۔ مغربی پیروی اور مشرقی پیروی کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ پیروی تو کسی چیز کی ہوتی ہے اس کا ذکر ہونا چاہیے اور یہاں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں ہے لامحالہ ترکیب توصیفی ماننے کی صورت میں "مغربی" کے لئے ایک موصوف۔ خواہ وہ "طرز" ہو یا "فکر" یا "شاعر" یا کوئی اور محذوف ماننا پڑے گا اور اُس وقت فقرہ کا مطلب طرزِ مغربی یا فکر و شاعرِ مغربی ہوگا؛

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ اس مطلب کو اس طرح یعنی بحذفِ موصوف ادا کرنا عجز عن الکلام کی دلیل ہے جو خواجہ حالی ایسے قادرالکلام شاعر سے نہایت مستبعد اور بالکل غیر متوقع ہے۔ اگر یہ فقرہ بجائے مصرعۂ اول کے دوسرے مصرعہ میں ہوتا تو یہ کہا بھی جا سکتا تھا کہ قافیہ کی مجبوری سے یہ تکلف گوارا کیا گیا۔ اگرچہ مولانا حالی ایسے شاعر کے لئے یہ تکلف بھی غیر مستحسن ہی رہتا۔ تاہم تکلف کے لئے تو کوئی وجہ پیدا ہو جاتی لیکن یہاں تو صورت یہ ہے کہ یہ فقرہ پہلے مصرعہ میں ہے۔ شاعر کی مراد اگر واقعی مغرب کی پیروی ہوتی تو وہ اسے اس طرح یا کسی اور طرح ادا کر سکتا تھا۔

آؤ نہ حالی اب کریں مغرب کی پیروی   بس اقتدائے مصحفی و میر کر چکے

اس صورت میں شاعر کی مراد واضح طریقہ پر ادا ہو جاتی اور الفاظ کی نشست اور ترکیب کے حسن میں بھی کوئی فرق پیدا نہ ہوتا۔

پھر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض مغربی سے مراد طرزِ مغربی ہی ہے تو مصحفی و میر سے مراد طرزِ مشرقی ہوگا۔ لیکن جب شاعر نے دو مشہور شاعروں کے نام لیکر طرزِ مشرقی سے کنایہ کیا ہے تو اب بلاغت کا اقتضا یہ تھا کہ اس کے مقابلہ میں بھی بجائے مغربی کہنے کے طرزِ مغربی کے کسی نامور شاعر کا نام لیا جاتا تاکہ مقابلہ صورۃً و معنیً دونوں طرح مکمل ہو جاتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قابلِ تقلید شعرائے فرنگ میں سے مولانا حالی کی نگاہ میں اگر کوئی شاعر ہوگا تو وہ بائرن کیٹس اور شیلے کی قسم کا کوئی شاعر نہیں ہو سکتا جن کا میدان زیادہ تر تغزل ہی ہے اور جو حسن و عشق کے مضامین کے لئے مشہور ہیں۔ بلکہ ورڈسورتھ، ملٹن یا ٹینی سن ایسا ہی کوئی شاعر ہو سکتا ہے جو قومی یا حکیمانہ شاعری اور یا منظر نگاری کے لئے مشہور ہیں۔ پس بلاغت کے اقتضار کے مطابق مولانا حالی اگر چاہتے تو مغربی کے بجائے موخر الذکر شعرا میں سے کسی ایک شاعر کا نام تلفظ کے ادل بدل کے ساتھ بڑی آسانی سے لکھ سکتے تھے۔

ان وجوہ کی بنا پر ہماری قطعی رائے یہی ہے کہ "مغربی" سے مراد مغرب کی پیروی ہرگز نہیں ہے بلکہ مغربی کوئی شاعر ہے اور مولانا حالی کا اشارہ اسی کی طرف ہے۔

اب رہی یہ بات کہ یہ شاعر کون ہے؟ تو بعض اربابِ علم و ادب کا خیال ہے کہ یہ شیخ محمد شیریں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبریزی ہے جو اپنا تخلص مغربی کرتا تھا۔ مولانا حالی کے اس سے تاثر کی وجہ یہ ہے کہ مغربی کا کلام زیادہ تر عارفانہ اور صوفیانہ ہوتا ہے اس بنا پر مولانا حالی کی مراد یہ ہے کہ اب عشق مجازی کے بکھیڑوں سے منہ موڑ کر معرفتِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں مغربی کا طرز اختیار کرنا چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ خیال درست اور صحیح ہو لیکن مغربی کے لفظ کو سنتے ہی سب سے پہلے ہمارا جو انتقالِ ذہنی ہوا وہ ابنِ زیدون کی طرف ہوا۔ ابن زیدون عربی کا مشہور شاعر ہے۔ اندلس کا رہنے والا تھا اور اس کی شہرت زیادہ تر اندلس کے مرثیہ گو شاعر کی حیثیت سے ہی ہے۔ اندلس کو عام طور پر مغربی کہا ہی جاتا ہے۔ مولانا حالی ایسے فاضل سے یہ بعید ہے کہ انھوں نے ابنِ زیدون کا مرثیۂ اندلس نہ پڑھا ہو اور پڑھ کر اس سے غیر معمولی طور پر متاثر نہ ہوئے ہوں۔ اس بنا پر عجب نہیں مولانا حالی کی مراد یہ ہو کہ اب مصحفی و میر کا زمانہ نہیں ہے۔ جس میں گل و بلبل اور خدو کاکل کی حکایتیں ہوتی تھیں بلکہ قوم پر ایک عام ادبار طاری ہے اس لئے ابنِ زیدون کی طرح قوم کا مرثیہ پڑھنا اور اس کی حالتِ زبوں کا ماتم کرنا چاہیے۔

اس بحث میں ہم خواہ مخواہ ترقی پسند ادب کو درمیان میں لانا پسند نہیں کرتے لیکن اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ "پیرویٔ مغربی" سے جو حضرات مغرب کی پیروی مراد لیتے ہیں وہ زیادہ تر ادب اور تعلیم کی وضع جدید سے تعلق رکھنے والے ہیں اور دوسرے گروہ میں وہ حضرات شامل ہیں جو قدیم وضع تعلیم کے حامل ہیں۔ راقم الحروف نے اس سلسلہ میں اپنے استاذ شمس العلما مولانا عبد الرحمٰن صاحب سابق صدر شعبۂ عربی و فارسی و اردو دہلی یونیورسٹی و حال پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور سے بھی تحریراً استصواب کیا تھا اور خود اپنی رائے بھی لکھ دی تھی۔ مولانا مراۃ الشعر ایسی بلند پایہ کتاب کے مصنف اور علوم مشرقیہ کے فاضل جلیل کی حیثیت سے ہندوستان کے اربابِ علم میں اپنا ایک مقام خاص رکھتے ہیں۔ مولانا نے بھی راقم الحروف کی ہی تائید کی ہے اور لکھا ہے "پیروی سے پیروی طرزِ مغرب مراد رکھنا یا مراد لینا میرے نزدیک مختل ہے"۔ البتہ مولانا بھی مغربی سے مراد فارسی شاعری لیتے ہیں۔

© rasailojaraid.com